بسم اللہ کا قرآنی تصور

تحریر و تحقیق ڈاکٹر قمر زمان

یہ مضموں ڈاکٹر قمر زمان صاحب کے ترجمہ و تفسیر قرآن کے ابتدائیہ کا حصہ ہے۔

قرآن کی ابتداء "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ قرآن کے بعض نسخوں میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بعد آیت کا نمبر شمار دیا ہوتا ہے اور بعض میں نمبر شمار نہیں ہوتا۔ جو قرآن مکہ اور کوفہ کے یعنی امام شافعی کے مسلک کے تحت شائع ہوتے ہیں ان میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بعد آیت کا نمبر 1 لکھا ہوتا ہے۔ اور سورۃ الفاتحہ کی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کے بعد آیت کا شمار 2 لکھا ہوا ملتا ہے۔

لیکن وہ قرآن جو مدینہ, بصرہ یا شام کے مسالک یعنی ابو حنیفہ کے مسلک کے تحت چھپتے ہیں ان میں سورتوں سے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے سورۃ الفاتحہ سے پہلے لکھی جانے والی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو بھی آیت تصور نہیں کیا جاتا۔ اس لئے اس مسلک کے تحت چھپے ہوئے قرآن میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کے بعد آیت نمبر 1 لکھا ہوتا ہے۔

لیکن اس مؤقف کو اختیار کرنے سے ایک مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا کہ اس طرح نمبر شمار کرنے سے سورۃ الفاتحہ کی کل آیات چھ رہ گئی۔ جس کا حل کچھ یوں نکالا گیا کہ آیت نمبر پانچ کے بعد نمبر شمار میں 5 اور 6 دونوں ہی لکھ دیئے جاتے ہیں اس طرح آیات کی تعداد دوبارہ سات بنا دی جاتی ہے یا پھر سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت کے دو حصے کر کے ان کو چھ اور سات شمار کر لیا جاتا ہے۔ **خدا جانے ایسا کب ہوا ؟ اور کیوں کیا گیا؟**

دوسرا مسئلہ جو محققین کو "بسم" سے متعلق در پیش ہوا وہ یہ کہ کہا گیا کہ "بسم اللہ" مرکب ہے "ب + اسم + اللہ" کا۔"ب" حروف جارہ میں سے ہے جس کے معنی ہیں ساتھ ہونا، ذریعہ بنا اور معیت میں ہونا وغیرہ۔ کچھ نے کہا کہ "ب" سببیہ ہے اور اس کے معنی بوجہ ہونگے اور کچھ نے اسے استعانت کے لئے کہا۔ لیکن مختصراً یہ کہ "ب" کے معنی کچھ بھی ہوں ساتھ، طلب، بوجہ اور بذریعہ کا مفہوم نکل ہی آئے گا۔ اصل مسئلہ تو اس وقت شروع ہوتا ہے جب "بسم اللہ" کی ترکیب پر غور کرتے ہیں۔اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مترجمین اور مفسرین قرآن نے اس موضوع پر بات کرنے سے دانستہ یا غیر دانستہ صرف نظر ہی کیا ہے۔

اگر تو "بسم" مرکب ہے "ب + اسم" کا تو اسم کا ہمزہ کیوں ساقط ہو گیا؟ کیونکہ کسی شکل میں بھی لفظ میں سے حروف اصل ساقط نہیں ہوتے یعنی اس کو "باسم" ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ سورۃ العلق میں وارد ہوا ہے اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ اس آیت میں "باسم" وارد ہوا ہے جو یقینا "ب + اسم" کا مرکب ہے اور اس مرکب میں آپ نے دیکھ ہی لیا "اسم" کا ہمزہ ساقط نہیں ہوا اور معنی اور مفہوم کے لحاظ سے بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سورہ الفاتحہ سے قبل لکھی گئی "بسم اللہ" میں "بسم" سے "اسم" کا ہمزہ ساقط نظر آتا ہے جو ہمزہ الوصل ہے اور ساقط نہیں ہو سکتا اور گویا وہ معنی یا مفہوم اخذ نہیں ہو سکتا جو "باسم" سے ہوتا ہے۔

دیکھئے "اسم" کے بنیادی حروف "س م و" ہیں جس میں "و" حروف علت میں سے ہے دوسرے حروف علت "ء اور ی" ہیں اور یہ تینوں آپس میں تعلیلات کے قاعدہ کے مطابق بدل تو سکتے ہیں لیکن ساقط نہیں ہو سکتے۔ آیئے اب "بسم" پر غور کرتے ہیں۔

اوپر کی بحث سے ہم اس نتیجہ پر تو پہنچ گئے کہ اگر "بسم" مرکب ہے "ب + اسم" کا تو ہمزہ کو ساقط نہیں ہونا چاہئے۔اس لئے اب ہمیں "بسم" کے حروف اصل کو دیکھتے ہوئے "ب س

م" کو ہی اس کے حروف اصل ماننا پڑے گا۔ اور اس طرح "بسم اللہ" مرکب اضافی بن سکے گا جس میں "بسم" مضاف اور "اللہ" مضاف الیہ ہو گا۔

آیئے مزید تفصیل کے لئے دیکھتے ہیں کہ "بسم اللہ" کو قرآن میں کیسے پیش کیا گیا ہے۔ چناچہ اس کے لئے سورۃ النمل کو دیکھنا ہو گا کہ جس میں اسی طرح کی صورت حال پیش آئی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں پر کیا معنی و مفہوم سامنے آتا ہے۔

سورۃ النمل میں آیت نمبر 30 کی عبارت کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھی ہوئی ہے وہاں بھی جیسا کہ عرض کیا ہم "بسم اللہ" ہی لکھا ہوا پاتے ہیں۔ سورۃ النمل کی اس آیت کو جب اس کے سیق و سباق میں رکھ کر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا سلیمان نے ایک مملکت کے لوگوں کی طرف وحی الہی کی دعوت بھیجی تھی جس کے رد عمل میں اس دعوت کو قوم نے اپنے سرداروں پر پیش کیا۔ آیئے قرآن نے اس قصے کو کس انداز سے بیان کیا ہے دیکھتے ہیں یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے جب ایک کمانڈر نے آکر سیدنا سلیمان کو ملک سبا کے متعلق بتایا۔

إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ

میں نے لوگوں پر ایک "امراۃ" کو بااختیارہ پایا ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا اقتدار بھی عظیم ہے۔

سیدنا سلیمان نے مزید معلومات حاصل کرنے کے بعد اس قوم کی طرف احکامات الہی کی دعوت بھیجی جس کو اس طرح بیان کیا گیا۔

اذْهَب بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ

میری اس کتاب کے ساتھ جاؤ اور ان لوگوں کو پیش کرو اور پھر ان لوگوں کے پاس سے واپس آؤ اور دیکھو کہ وہ کس طرف رجوع کرتے ہیں

جب سیدنا سلیمان کی بھیجی ہوئی کتاب لوگوں پر پیش کی گئی تو اس "امراۃ" نے اپنے بڑوں سے مشورہ کیا اور کہا۔

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ O إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ O

کہا کہ ہماری طرف سے ایک مکرم کتاب پیش کی گئی ہے اور وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" ہے۔

جو کتاب یعنی وحی الٰہی ملک سبا کے لوگوں کی طرف بھیجی گئی تھی اس کا نام تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "۔ اسی طرح وحی الٰہی کو ہماری طرف پیش کرنے کے لئے قرآن کو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "کے نام کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔یعنی قرآن کا نام "بسم اللہ "ہے اور "الرحمٰن الرحیم "اس کتاب کی بوجہ وحی الٰہی رحمانیت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا الرحمٰن اور الرحیم کی صفات سے "بسم اللہ " کو متصف کیا گیا ہے۔